

مطلب یہ ہے کہ اگر طلحہ حضرت عثمان کو ظالم سمجھتے تھے تو ان کے بعد ان کے قاتلوں سے آمادہ قصاص ہونے کے بجائے ان کی مدد کرنا چاہیے تھی اور ان کے اس اقدام کو صحیح و درست قرار دینا چاہیے تھا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے ظالم ہونے کی صورت میں محاصرہ کرنے والوں کی ان کو مدد کرنا چاہیے تھی، بلکہ ان کی مدد و ہمت افزائی توہہ کرتے ہی رہے تھے۔



(۱۷۳) خطبه (۱۷۳)

اے غافل! کہ جن کی طرف سے غفلت نہیں برقراری ہے اور اے چھوڑ دینے والو! کہ جن کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ تجھ بھے کہ میں تمہیں اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ تم اللہ سے دور ہٹتے جا رہے ہو اور دوسروں کی طرف شوق سے بڑھ رہے ہو۔

گویا تم وہ اونٹ ہو جن کا چروانا ہا انہیں ایک ہلاک کرنے والی چراگاہ اور تباہ کرنے والے گھاٹ پر لا لیا ہو۔ یہ ان چوپاؤں کی مانند ہیں جنہیں چھریوں سے ذبح کرنے کیلئے چارہ دیا جا رہا ہو اور انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ جب ان کے ساتھ اچھا برداشت کیا جاتا ہے تو ان سے مقصود کیا ہے۔ یہ تو اپنے دن کو اپنا پورا زمانہ خیال کرتے ہیں اور پیٹ بھر کر کھالینا ہی اپنا کام سمجھتے ہیں۔

خدا کی قسم! اگر میں بتانا چاہوں تو تم میں سے ہر شخص کو بتاسکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کہاں جانا ہے اور اس کے پورے حالات کیا ہیں۔ لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم مجھ میں (کھوکر) پیغمبر ﷺ سے کفر اختیار کر لو گے۔ البتہ میں اپنے مخصوص دوستوں تک یہ چیزیں ضرور پہنچاؤں گا کہ جن کے بھٹک جانے کا اندیشہ نہیں۔

اس ذات کی قسم جس نے پیغمبر ﷺ کو حق کے ساتھ مبوعث کیا اور ساری مخلوقات میں سے ان کو نیتش فرمایا! میں جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ان تمام چیزوں اور ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت اور نجات پانے والوں کی نجات اور اس امر (خلافت) کے

(۱۷۴) وَمِنْ حُكْمِهِ لَهُ عَلَيْهِ الْمَلَامُ

أَيُّهَا الْغَافِلُونَ غَيْرُ الْمَغْفُولُ
عَنْهُمْ، وَ التَّارِكُونَ الْمَأْخُوذُ مِنْهُمْ،
مَا لِي آرَاكُمْ عَنِ اللَّهِ ذَاهِبِينَ، وَ إِلَى
غَيْرِهِ رَاغِبِينَ!

كَانُكُمْ نَعْمَلْ أَرَاحَ بِهَا سَائِمٌ
إِلَى مَرْعَى وَقَيْ، وَ مَشْرُبٍ دَوَيْ،
إِنَّمَا هِيَ كَالْمَعْلُوفَةُ لِلْمُسْدِى لَا تَعْرِفُ
مَاذَا يُرَادُ بِهَا! إِذَا أُحْسِنَ
إِلَيْهَا تَحْسَبُ يَوْمَهَا دَهْرَهَا،
وَ شَيْعَهَا آمَرَهَا.

وَاللَّهُ! لَوْ شِئْتُ أَنْ أُخِيدَ كُلَّ رَجُلٍ مِنْكُمْ
بِسَخْرَجَهِ وَ مَوْلِجَهِ وَ جَيْبِعَ شَانِهِ
لَفَعَلْتُ، وَ لَكِنْ أَخَافُ أَنْ تَكُفُرُوا فِيَ
بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ. آلا وَ إِنِّي مُفْضِيَهُ إِلَى
الْخَاصَّةِ مِنَ يُؤْمِنُ ذَلِكَ مِنْهُ.

وَالَّذِي بَعَثَنَاهُ بِالْحَقِّ وَ اضْطَفَاهُ عَلَى
الْخَلْقِ! مَا آنْطَقَ إِلَّا صَادِقًا، وَ لَقَدْ عَهَدَ إِلَيْهِ
بِذِلِكَ كُلِّهِ، وَ بِمَهْلِكِ مَنْ يَهْلِكُ، وَ مَنْجِي
مَنْ يَنْجُو، وَ مَالِ هَذَا الْأَمْرِ، وَ مَا آبُقِي

انجام کی خبر دی ہے اور ہر وہ چیز جو میرے سر پر گزرے گی اسے میرے کانوں میں ڈالے اور مجھ تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا۔^۱

اے لوگو! قسم بخدا! میں تمہیں کسی اطاعت پر آمادہ نہیں کرتا مگر یہ کہ تم سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی گناہ سے تمہیں نہیں روکتا مگر یہ کہ تم سے پہلے خود اس سے باز رہتا ہوں۔

--☆☆--

شَيْئًا يَبْرُرُ عَلَى رَأْسِي إِلَّا أَفْرَغَهُ فِي أَذْنَيَّ وَ أَفْضَى بِهَا إِلَيَّ۔

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي وَاللَّهِ! مَا أَحْشُكُمْ عَلَى طَاعَةٍ إِلَّا وَ أَسْبِقُكُمُ الْيَهَا، وَ لَا أَنْهَا كُمْ عَنْ مَعْصِيَةٍ إِلَّا وَ أَتَنَاهُي قَبْلَكُمْ عَنْهَا۔

-----☆☆-----

^۱ سرچشمہ وہی والہام سے یہ راب ہونے والے غیب کے پردوں میں مخفی اور مستقبل میں رونما ہونے والی چیزوں کو اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح مخصوصات کو آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور یہ ارشاد قدرت: ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا اللَّهُ﴾: ”تم سبھہ دو کہ اللہ کے سوا میں و آسمان کے بینے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جاتا“، کے منافی نہیں، یونکہ آیت میں ذاتی طور پر علم غیب کے جاننے کی نظر ہے، اس علم غیب کی نظر نہیں جوانبیاء و اولیاء علیہم السلام کو الگانے ربانی سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کے تبیہ میں وہ مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں کرتے ہیں اور بہت سے احوال و واردات کو بنے نقاب کرتے ہیں۔

چنانچہ اس مطلب پر قرآن مجید کی متعدد آیتیں ثابت ہیں:

﴿فَلَمَّا أَتَاهَا إِيهٌ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا طَ قَالَ نَبَّأْنِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ﴾^۲

جب رسول نے اس واقعہ کی خبر اپنی ایک یوں کو دی تو وہ کہنے لگی کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے؟ رسول نے کہا کہ: مجھے ایک جاننے والے اور واقعہ کارنے خبر دی ہے۔^۳

﴿تَلَكَ مَنْ أَنْبَأَهُ الْغَيْبُ نُؤْخِدُهُ إِلَيْكَ﴾^۴

اے رسول! یہ غیب کی خبر میں میں جنمیں وہی کے ذریعہ تمہیں بتاتے ہیں۔^۵

لہذا اپنے معتقدات کی سخن پروری کرتے ہوئے یہ کہنا کہ جانبیاء و اولیاء علیہم السلام کو علم غیب کا حامل سمجھنا شرک فی الصفات ہے، حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا شرک تو اس وقت ہوتا کہ جب یہ کہا جاتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی ذاتی چیزیت سے عالم الغیب ہے۔ جب ایسا نہیں بلکہ جانبیاء و آنکہ علیہم السلام کا عالم اللہ کا دیا ہوا ہے تو اس کو شرک سے کیا واسطہ اور اگر شرک کے یہی معنی میں تو پھر حضرت علیہ السلام کے اس دعوی کا کیا نام ہو گا جو قرآن مجید میں منکور ہے:

﴿أَيُّهُمْ أَحْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبِينَ كَهْيَةُ الطَّيِّبِ فَإِنْفَخْ فِيهِ فَيَكُونُ طَيِّرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِيُّ إِلَّا كُمْ﴾^۶

۱۔ سورہ نحل، آیت ۶۵۔

۲۔ سورہ تحریم، آیت ۳۔

۳۔ سورہ حود، آیت ۲۹۔

وَالْأَكْبَرُ صَوْاْحِي الْمَوْتِي بِإِذْنِ اللَّهِ وَأَنِّي كُمْمَمْ مِنَ الْأَكْلُونَ وَمَاتَدَدَ خَرُونَ (فَيُبَيَّنُ تَكْمِمْ) ۝

میں تمہارے لئے مٹی سے ایک پرنده کاڈھانچہ بناؤں گا، پھر اس میں پھونکوں گا تو وہ خدا کے حکم سے چیخ گی کا پرنده بن جائے گا اور میں مادرزاد اندھے اور مہر و میں کو اچھا کر دوں گا اور اس کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دوں گا اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو تم کو بتا دوں گا۔ ۴

کیا ان کو بھکر غذا خالق و حیات بخش مان لینے کے معنی میں کہ اللہ کی صفت خلق و احیاء میں ان کو شریک سمجھا گیا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو پھر اللہ کے کسی کو امور غیب پر مطلع کر دینے سے یہاں سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کے عالم الغیب ہونے میں اس کو شریک ٹھہرایا گیا ہے کہ علم غیب کے جانے کو شرک سے تعییر کر کے اپنی موجودہ عظمت کا مظاہرہ کیا جائے۔

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ بعض لوگوں کو خواب میں ایسی چیزیں نظر آجائیں ہیں یا اس کی تعییر سے ظاہر ہو جاتی ہیں کہ جن کا ظہور مستقبل سے والستہ ہوتا ہے، حالانکہ خواب کی حالت میں یہ خواں کام دیتے ہیں اور نہ ذہن و ادراک کی قویں ساختہ دیتی ہیں۔ تو اگر بیداری میں بعض افراد پر کچھ حقائق منکشف ہو جائیں تو اس پر اپنچھا کیوں اور اس سے وجہ انکار کیا؟ جبکہ عقل کہتی ہے کہ جو چیز خواب میں واقع ہو سکتی ہے وہ بیداری میں بھی ممکن ہے۔ چنانچہ انہیں میثم نے تحریر کیا ہے کہ خواب میں یہ افادہ و فیضان اس لئے ہوتا ہے کہ نفس تربیت بدن کی انجمنوں سے آزاد اور مادی علاقے سے الگ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سی ایسی پوشیدہ حقیقوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن کے دیکھنے سے جواب عنصری مانع ہوتا ہے۔ یونہی وہ نقوص کاملہ جو جنبہ مادی سے بے اعتنا اور قلب و روح کی پوری توجہ سے افاضہ علمی کے مرکز سے رجوع ہوتے ہیں، ان پر وہ حقائق و بواطن منکشف ہو جاتے ہیں جنہیں ظاہری آنکھیں دیکھنے سے عاجز و قادر ہوتی ہیں۔ لہذا اہل بیت علیہ السلام کی روحاںی عظمت کے پیش نظر اس میں قطعاً کوئی استبعاد نہیں کہ وہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہو سکیں۔ چنانچہ ان خلدون نے تحریر کیا ہے کہ:

وَإِذَا كَانَتِ الْكَرَامَةُ تَقْعُدُ لِغَيْرِهِمْ فَمَا ظَنُّكَ بِهِمْ عِلْمًا وَ دِيَنًا وَ أَثَارًا مِنَ النَّبِيَّةِ وَ عِنَّايَةِ
هِنَّ اللَّهُ بِالْأَصْلِ الْكَرِيمِ تَشَهِّدُ لِفُرُورِ عِهْدِ الظَّلِيلَةِ، وَ قَدْ يُنْقَلُ يَمِينَ أَهْلِ الْبَيْتِ كَثِيرٌ مِنْ
هَذَا الْكَلَامُ غَيْرِ مَمْسُوبٍ إِلَى أَحَدٍ.

جبکہ کرامات کا ظہور اور وہیں سے ہو سکتا ہے تو انہیں کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے کہ جو علم و دیانت کے محاظ سے ممتاز اور نبوت کی نشانیوں کے آئینہ دار تھے اور اس بزرگ اصل (رسول) پر جو نظر تو جہ باری تھی وہ اس کی پاکیزہ شاخوں کے کمالات پر شاہد ہے۔ چنانچہ امور غیب کے متعلق اہل بیت علیہ السلام سے بہت سے واقعات نقل کئے جاتے ہیں جو کسی اور کی طرف منسوب نہیں کئے جاسکتے۔ (مقدمہ ابن خلدون ج ۲۳۶)

اس صورت میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے دعویٰ پر کوئی وجہ استعجاب نہیں جبکہ آپ پروردہ آغوش رسالت و متعلم درس گاہ قدرت تھے۔ البتہ

جن کا علم حُسومات کی حد سے آگے نہیں بڑھتا اور ان کے علم و ادراک کا وسیلہ صرف ظاہری حواس ہوتے ہیں وہ عرفان و حقیقت کی راہوں سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے علم بالمعنیات سے انکار کر دیتے ہیں۔ اگر اس قسم کا دعویٰ انوکھا ہوتا اور صرف آپ ہی سے سننے میں آیا ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ اسے تسلیم کرنے میں دماغ پس پیش کرتے، طبیعتیں پچھلے تین مکر قرآن میں جب حضرت علیہ السلام کا یہ تک دعویٰ موجود ہے کہ میں تمہیں خبر دے سکتا ہوں کہ تم کیا کھاتے پیتے ہو اور کیا گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو تو امیر المؤمنین علیہ السلام کے اس دعویٰ پر یکوں پس پیش کیا جاتا ہے؟ جبکہ یہ مسلم ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام پیغمبر ﷺ کے تمام کمالات و خصوصیات کے وارث تھے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جن چیزوں کو حضرت علیہ السلام جان سکتے تھے پیغمبر اکرم ﷺ سے بے خبر تھے تو پھر وارث علم پیغمبرؐ اگر ایسا دعویٰ کرے تو اس سے انکار کیا؟ جبکہ حضرتؐ کی علیٰ وسعت پیغمبر ﷺ کے علم و کمال کی ایک بہترین حجت و دلیل اور ان کی صداقت کا ایک زندہ مجرزہ ہے۔

اس سلسلہ میں یہ امر حیرت انگیز ہے کہ وہ حالات پر مطلع ہونے کے باوجود اپنے کبھی قول و عمل سے یہ ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ وہ انہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ اس دعویٰ کی غیر معمولی غثمت و اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَ مِنْ عَجَابِِ هَذَا الْقَوْلِ أَبَّ عَلَىَّ بَنَ آبَيِ طَالِبِ عَالِيَّةِ كَاتِبٍ مَعَ عَلِيهِ بِتَمْكِينِ الْأَخْوَالِ
يَسِيرُ فِي النَّاسِ بِالْمُقَالَ وَ الْفِعَالِ سِيرَةً لَا يُعْتَقُدُ مِنْ يَرَاهُ أَنَّهُ عَارِفٌ بِبَوَاطِنِ تِلْكَ الْأَعْمَالِ
وَ الْأَفْعَالِ وَ الْأَقْوَالِ وَ قَدْ عَرَفَ الْعَقْلَاءُ أَبَّ كُلَّ مَنْ عَرَفَ وَ اَطَّلَعَ عَلَىٰ مَا يَتَجَدَّدُ مِنْ
حَرَكَاتِ نَفْسِهِ أَوْ حَرَكَاتِ مَنْ يَصْبِحُهُ أَوْ يَطَّلَعُ عَلَىٰ أَسْرَارِ النَّاسِ، فَإِنَّهُ يَظْهَرُ
عَلَىٰ وَجْهِهِ وَ فِعْلِهِ أَثْرُ عِلْمِهِ بِذَلِكَ، وَ إِنَّ مَنْ يَعْلَمُ وَ يَكُوْنُ كَمَنْ لَا يَعْلَمُ، فَإِنَّهُ مِنْ
الْأَيَّاتِ الْبَاهِرَاتِ وَ الْجُمِيعِ بَيْنِ الْأَكْثَادِ الْمُشْكَلَاتِ.

اس دعویٰ کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام احوال و وقائع سے باخبر تھے پھر بھی قول و عمل کے لحاظ سے ایسی روشن اختیار کئے ہوئے تھے کہ دیکھنے والا یہ ماننے مکمل تیار نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ دوسروں کی پوشیدہ باتوں اور مخفی کاموں پر مطلع ہوں گے، یونکہ عقلاء کو یہ اعتراف ہے کہ جس کو معلوم ہو کہ اس سے کوئی عمل ظہور پذیر ہونے والا ہے؟ یا اس کا ساتھی کیا قدم اٹھانے والا ہے؟ یا لوگوں کے پچھے ہوئے بھید اس کی نظر میں ہوں تو اس علم کے اثرات اس کے چہرے کے خط و نصال اور اس کے حرکات و مکنات سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اور جو شخص جاننے بوجتنے کے باوجود اس طرح رہے سہبے کو گویا وہ بے نہر ہے اور کچھ نہیں جاتا تو اس کی شخصیت ایک مجرزہ اور متفاہد چیزوں کا مجموعہ ہو گی۔

(طرائف: ۲۲۲)

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے باطنی علم کے مقتضیات پر عمل کیوں نہ کرتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ احکام شریعت کی بنیاد ظاہری اسباب پر ہے۔ چنانچہ قاضی کو اگر یہ علم ہو جائے کہ فلاں فریلن حق بجانب ہے اور فلاں

باعظ پر ہے تو وہ اپنے علم پر بنا کرتے ہوئے فریق اول کے حق میں فیصلہ نہیں کرے گا، بلکہ کسی تجویز پر پہنچنے کیلئے جو شرعی اور متعارف طریقے ہیں انہی پر چلے گا اور ان سے جو تجویز نسلکے گا اسی کا پابند ہو گا۔ مثلاً قاضی کو اگر خواب، مکافحتہ یا فراست سے یہ علم ہو جائے کہ زید نے عمر و کی دیوار گرانی ہے تو اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے اس علم کے مطابق فیصلہ کرے، بلکہ وہ یہ دیکھنے کا کہ بینہ و شہادت کی رو سے اس پر جرم عائد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ان ظاہری طریقے سے جرم ثابت نہ ہو گا تو اسے جرم نہ قرار دیا جائے گا، اگرچہ اسے اپنے مقام پر اس کے مجرم ہونے کا لیقین ہو۔ اس کے علاوہ انبیاء و اولیاء علیہم السلام اپنے علم باطنی پر بنا کرتے ہوئے عملدرآمد کرتے تو یہ امر اخلاقی و انتشار امت کا باعث ہو جاتا۔ مثلاً اگر کوئی نبی یا ولی اپنے علم باطنی کی وجہ سے کسی واجب القتل کی سزادے تو دیکھنے والوں میں ایک اضطراب و ہیجان پیدا ہو جائے گا کہ اس نے تاحد ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔ اسی لئے قدرت نے خاص موارد کے علاوہ علم باطنی پر بنا کر کے تناج مرتب کرنے کی اجازت نہیں دی اور صرف ظواہر کا پابند بنایا ہے۔ چنانچہ یغمہ بیر علیہ السلام بعض منافقین کے نفاق سے آگاہ ہونے کے باوجود ان سے وہی رویہ رکھتے تھے جو ایک مسلمان کے ساتھ رکھنا چاہیے۔

اب اس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اگر وہ پوشیدہ چیزوں کو جانتے تھے تو اس کے مطابق عمل کیوں نہ کرتے تھے، یونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ علم باطنی کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونے کیلئے مامور ہی نہ تھے۔ البتہ پند و موعظت اور انذار و بشارة کیلئے جہاں حالات و مقتضیات ہوتے تھے بعض امور کو ظاہر کر دیتے تھے تاکہ پیش آئنے والے واقعات کی پیش بندی کی جاسکے، جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہی ان زید کو مطلع کر دیا کہ وہ اگر نسلکے قتل کر دیتے جائیں گے۔ چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے:

وَ قَدْ صَحَّ عَنْهُ أَنَّهُ كَارِبٌ يُحِذِّرُ بَعْضَ قَرَابِيهِ بِوَقَائِعٍ تَكُوُرٍ لَهُمْ، فَكَصْحُ كَمَا يَقُولُ وَ
قَدْ حَدَّرَ يَحْيَى ابْنَ عَمِيمَهِ رَبِّيْدَ مِنْ مَضَرِّ عَهْ وَ عَصَاهَ فَخَرَجَ وَ قُتِلَ بِالْجُنُوْرِ جَارِ.
امام جعفر صادق علیہ السلام سے صحیح طریقہ پر وارد ہوا ہے کہ وہ اپنے بعض عزیزوں کو پیش آنے والے حدشوں سے آگاہ کر دیتے تھے اور وہ اسی طرح ہو کر ہتھے تھے جس طرح آپؐ فرمادیتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے ابن عم تیکی ابن زید کو قتل ہو جانے سے متنبہ کیا۔ مگر وہ آپؐ کے حکم سے سرتبا کرتے ہوئے چل دیتے اور جوز جان میں قتل کر دیتے گئے۔ (مقدمہ ابن خلدون ج ۲۲۳)

البتہ جہاں ذہنوں میں تشویش پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا وہاں اس کا اظہار تک نہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس خطبہ میں حضرت نے اس اندیشہ کے پیش نظر کہ ان کو رسول علیہ السلام کی منزل سے بھی بالآخر سمجھنے لگیں گے زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا۔ لیکن اس کے باوجود جس طرح حضرت علیہ السلام کے بارے میں لوگ بھٹک گئے اور انہیں ”ابن اللہ“ کہنے لگے، یونہی حضرت کے متعلق بعض کوہم کچھ کا کچھ کہنے لگے اور غوکی حد تک پہنچ کر گماہ ہو گئے۔